22130219

International Baccalaureate®
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

URDU A: LITERATURE – STANDARD LEVEL – PAPER 1
OURDOU A : LITTÉRATURE – NIVEAU MOYEN – ÉPREUVE 1
URDU A: LITERATURA – NIVEL MEDIO – PRUEBA 1

Wednesday 8 May 2013 (morning)
Mercredi 8 mai 2013 (matin)
Miércoles 8 de mayo de 2013 (mañana)

1 hour 30 minutes / 1 heure 30 minutes / 1 hora 30 minutos

INSTRUCTIONS TO CANDIDATES

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a guided literary analysis on one passage only. In your answer you must address both of the guiding questions provided.
- The maximum mark for this examination paper is *[20 marks]*.

INSTRUCTIONS DESTINÉES AUX CANDIDATS

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez une analyse littéraire dirigée d’un seul des passages. Les deux questions d’orientation fournies doivent être traitées dans votre réponse.
- Le nombre maximum de points pour cette épreuve d’examen est *[20 points]*.

INSTRUCCIONES PARA LOS ALUMNOS

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un análisis literario guiado sobre un solo pasaje. Debe abordar las dos preguntas de orientación en su respuesta.
- La puntuación máxima para esta prueba de examen es *[20 puntos]*.

© International Baccalaureate Organization 2013

صرف **ایک** اقتباس پر ہدایات کے مطابق ادبی تجزیہ لکھیئے۔ آپ کا تجزیہ آپ کی رہنمائی کے لئے فراہم کردہ دونوں سوالات کی روشنی میں ہونا لازمی ہے۔

.1

فریدہ دنیا کی پہلی اور آخری لڑکی تھی جو امجد سے شادی کرنے پر رضامند ہوگئی تھی اور پھر فریدہ کی شادی ہوگئی۔ بڑی دھوم دھام سے لیکن فریدہ کا دلہا امجد نہیں تھا۔

پھر امجد کو عورت کسی شکل میں بھی نہیں ملی۔ وہ ساری دنیا گھوم آیا تھا، وہ ایک جہاز ران کمپنی میں معمولی کلرک سے جہاز کے کپتان کے عہدے تک ترقی کر گیا تھا۔

پہلے وہ خود ایک شکستہ جہاز کی طرح زندگی کے متلاطم سمندر میں ہر طرف ہچکولے کھاتا رہا اور بالآخر وہ سچ مچ کے جہازوں میں سمندر سمندر سفر کرنے لگا اس کا کوئی گھر نہیں تھا' گھر تو وہ ہوتا ہے جس میں کسی چاند کے چہرے کی چمک ہو' چوڑیوں کی کھنک ہو اور زلفوں کی مہک ہو۔

دنیا عورتوں سے پٹی پڑی ہے' لیکن کبھی کبھی ایسا بھی محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا میں ایک عورت بھی نہیں۔ امجد کو بھی ملک ملک شہر شہر' ان گنت عورتیں ملیں' لیکن عورت کی محبت کسی شکل اور کسی رشتے میں بھی نہیں ملی۔

نہ ماں کی محبت' نہ بہن کی محبت' نہ بیوی کا پیار' اور نہ بیٹی کی محبت۔

وہ پیدائش ہی کے دن مامتا سے محروم ہوگیا تھا' وہ جیسے دنیا کی دہلیز پر پیدا ہوا تھا۔ ڈرپوک اور احساس کمتری میں بچوں کی صحت خراب ہونے لگتی ہے۔ ان کی نشو و نما بھی صحیح طریقے پر نہیں ہوتی۔ خراب صحت اور نشو و نما آدمی کو بد صورت یا کم رو بنا دیتے ہیں اور وہ زندگی کے کسی بھی حملے کا جم کر مقابلہ نہیں کرسکتے فوراً بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

ایک دن امجد بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

اس دن کسی قومی رہنما کے مرنے پر اسکول آدھے دن ہی سے بند ہوگئے تو تیرہ سالہ امجد گھر لوٹ گیا جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ اس کی سوتیلی ماں غسل خانے کی بجائے صحن کے نلکے کے نیچے بیٹھی نہا رہی ہے سوتیلی ماں نے اسے دیکھ کر شور مچا دیا۔

"اچھا تو تُو اس لئے اسکول سے بھاگ کر آیا ہے۔ ٹھہر آنے دے اب اپنے باپ کو"

اس دن اس کا ابا کب گھر آیا' اسے کیسے معلوم ہوسکتا تھا۔ اسے تو سینکڑوں میل دور ریل کے ایک ڈبے میں ایک ٹکٹ بابو نے بلا ٹکٹ سفر کرنے کے جرم میں پکڑ رکھا تھا اور پھر ڈبے میں بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کے مرد نے پلے سے جرمانہ بھر کر اسے چھڑا لیا تھا۔

وہ ادھیڑ عمر مرد ماسٹر نور محمد تھے۔ جو ویک فیلڈ گنج لدھیانہ کے ہائی اسکول میں انگریزی کے ماسٹر تھے۔ امجد کو پا کر ماسٹر نور محمد کی بیوی بھی خوش ہوئیں۔۔۔ وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

اب امجد پھر سے ماں اور باپ کے رشتوں میں جکڑ گیا تھا۔ کیونکہ ماسٹر نور محمد اور ان کی بیوی دونوں اسے بیٹوں کی طرح ہی چاہتے تھے۔ ماں نہ سہی ماں کی طرح' باپ نہ سہی باپ کی طرح' بیٹا نا سہی بیٹے کی طرح یہ بھی تو رشتے ہی ہیں نا۔

ماسٹر نور محمد کے گھر میں غریبی اور تنگدستی کا اندھیرا بڑا ہولناک ہوتا۔ اگر وہاں علم کا چراغ نہ جل رہا ہوتا۔

اس گھر میں علم کے اجالے میں امجد کو اب دنیا کچھ کچھ نظر آنے لگی تھی۔ بالخصوص رشتوں کا جال اس کی نظروں کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ بڑا گنجلک جال، بڑا گچھ پیچ جس میں ہر انسان دوسرے سے بری طرح جکڑا ہوا تھا۔

امجد اپنے باپ اور سوتیلی ماں سے رشتے تڑا کر بھاگ نکلا تھا۔ لیکن دنیا میں انسان اکیلا تو ہرگز نہیں رہ سکتا۔ تھوڑی ہی دور جانے کے بعد وہ ماسٹر نور محمد سے بیٹے اور شاگرد کے رشتے میں جکڑ گیا۔ کبھی کبھی ماسٹر نور محمد کی بیوی امجد سے گھریلو نوکر کی طرح پیش آتی تو ماسٹر نور محمد اپنی بیوی کو بری طرح ڈانٹ دیتے وہ چیخ پڑتے۔

"نیک بخت' کتنی بار تجھ سے کہا ہے کہ دنیا کے سب انسان برابر برابر ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کا آقا اور کوئی کسی کا نوکر نہیں ہوتا۔ خبردار' اس بچے کو کبھی یہ محسوس نہ ہونے دینا کہ یہ ہمارا نوکر ہے' یہ بھی ہمارا بیٹا ہے۔۔۔نوکر نہیں"

ماسٹر نور محمد نے سچ مچ اپنے بیٹے کی طرح امجد کو خوب پڑھایا لکھایا' امجد بڑا ذہین تھا اور اس پر ماسٹر نور محمد جیسے چراغ کا اجالا۔۔۔امجد سارے صوبے میں بی ایس سی کے امتحان میں فرسٹ کلاس فرسٹ پاس ہوا۔ ملک کے اخبارات میں اس کی تصویریں شائع ہوئیں۔

ماسٹر نور محمد چاہتے تھے کہ وہ اب امجد کوئی بہت بڑا افسر بن جائے' لیکن امجد کے پاس نہ تو روپیہ تھا اور نہ کسی بڑے آدمی سے رشتہ داری۔ حتیٰ کہ ایک دن تو ماسٹر نور محمد سے بھی اس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔

ماسٹر نور محمد اسکول سے واپس آئے۔ سینے میں کچھ تکلیف سی محسوس کی۔ ادھر امجد ڈاکٹر کو بلانے دوڑا ادھر وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

ان کا مرض الموت یہ تھا کہ وہ بہت اچھے آدمی تھے بہت اچھے آدمیوں کو دنیا کی ہر نعمت بڑی کم کم ملتی ہے رزق' روزگار' خوشحالی حتیٰ کہ عمر بھی کم۔

ماسٹر نور محمد کے سالے چوہدری خوشی محمد بمبئی کی ایک جہاز راں کمپنی میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ پرانی وضع کے بے حد ایماندار آدمی اور مالکان کے چہیتے۔ انہوں نے اپنی بہن کو بمبئی بلوا لیا اور مالکان سے کہہ سن کر امجد کو بھی ایک جہاز کا جونیر افسر مامور کرا دیا۔

انھی دنوں اسی جہاز پر صرف ایک میٹرک پاس لڑکے کا تقرر سینئر افسر کی آسامی پر ہوا۔ امجد کو برا لگا کہ وہ بی ایس سی فرسٹ کلاس تو جونئیر افسر اور وہ نو وارد میٹریکولیٹ سینئیر افسر۔ لیکن چوہدری خوشی محمد نے اسے سمجھایا۔

"بیٹا تو اس سے زیادہ پڑھا لکھا سہی۔ اس سے کمتر اس لیے ہے کہ وہ مالکان کا رشتے دار ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ امیر ہے اور تو غریب"

امجد جھلا اٹھا۔ اسکے کانوں میں ماسٹر نور محمد مرحوم کی گرجتی آواز گونجنے لگی۔

" بچو۔۔۔اس دنیا میں سب انسان برابر ہیں۔ نہ کوئی امیر نہ کوئی غریب۔ نہ کوئی کالا نہ کوئی گورا۔ نہ کوئی اعلیٰ نسل کا نہ کوئی ادنیٰ نسل کا۔ نہ کوئی ولائتی نہ کوئی ایشیائی' نہ کوئی غلام نہ کوئی آقا"

ابرہیم جلیس، اردو ادب کے مشہور افسانے، جلد دوئم، صفحہ ۱۵۰/۱۶-۱۵ سے لیا گیا افسانہ "قیدی"، ' پبلشر ادارہ کتاب گھر، لاہور، ۲۰۰۷

ا اس تحریر میں مرکزی کردار اور اس کے روّیے کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے اس پر تبصرہ کیجئیے۔

ب اس اقتباس میں طنز کے استعمال کے اثر پر بحث کیجئیے۔

.2

آرائش خیال بھی ہو دل کشا بھی ہو
وہ درد اب کہاں جسے جی چاہتا بھی ہو
یہ کیا کہ روز ایک سا غم ایک سی امید
اس رنجِ بے خمار کی اب انتہا بھی ہو
یہ کیا کہ ایک طور سے گزرے تمام عمر
جی چاہتا ہے اب کوئی تیرے سوا بھی ہو
ٹوٹے کبھی تو خواب شب و روز کا طلسم
اتنے ہجوم میں کوئی چہرہ نیا بھی ہو
دیوانگئ شوق کو یہ دھن ہے ان دنوں
گھر بھی ہو اور بے در و دیوار سا بھی ہو
جز دل کوئی مکان نہیں دہر میں جہاں
رہزن کا خوف بھی نہ رہے در کھلا بھی ہو
ہر ذرہ ایک محملِ عبرت ہے دشت کا
لیکن کسے دکھاؤں کوئی دیکھتا بھی ہو
ہر شے پکارتی ہے پسِ پردۂ سکوت
لیکن کیسے سناؤں کوئی ہمنوا بھی ہو
فرصت میں سن شگفتگئ غنچہ کی صدا
یہ وہ سخن نہیں جو کسی نے کہا بھی ہو
بیٹھا ہے ایک شخص میرے پاس دیر سے
کوئی بھلا سا ہو تو ہمیں دیکھتا بھی ہو
بزمِ سخن بھی ہو سخنِ گرم کے لیے
طاؤس بولتا ہو تو جنگل ہرا بھی ہو

ناصر کاظمی: دیوان-غزل ا، ۲۰۰۹

ا اس نظم کے مزاج پر اظہارِ خیال کیجیے۔

ب اس نظم کی تنظیم و ترتیب کتنے موثر انداز سے اس کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہے؟